تاجکستان میں مسلّح بغاوت: اسباب و مضمرات

۱۰ اگست ۱۹۹۷ء کو تاجک صدر امام علی رحمانوف کے ایک اہم کمانڈر کرنل محمود نے حکومت کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے دارالحکومت دوشنبے سے ۴۰ میل مغرب کی جانب واقع ملک کے لیے سب سے زیادہ زر مبادلہ کمانے والے ایلومینیم کے ایک کارخانے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اقتصادی اہمیت کے حامل اس صنعتی یونٹ پر ان کا قبضہ تھوڑے ہی دنوں تک برقرار رہ سکا۔ صدارتی محافظ دستوں نے کرنل محمود خدا بردییف کی افواج کو شکست دے کر کارخانے پر ان کا قبضہ ختم کرایا۔ جنگ کے شعلے اس وقت مزید بھڑک اٹھے جب دارالحکومت دوشنبے میں سابق وزیر داخلہ اور کسٹم کے سابق اہلکار یعقوب سلیموف کی ملیشیا نے کرنل محمود خدا بردییف کی حمایت میں بغاوت کا اعلان کر دیا۔ مگر وزارت داخلہ کے ایک کمانڈر سہراب قاسموف کے وفادار دستوں نے یعقوب سلیموف کی ملیشیا کو شکست سے دوچار کیا۔ قبل ازیں کرنل محمود خدا بردییف نے یعقوب سلیموف کی ملیشیا کی مدد کے لیے اپنے دستے دارالحکومت دوشنبے کی جانب راونہ کیے۔ اگرچہ کرنل محمود خدا بردییف صدارتی محافظ دستوں کے نائب کمانڈر کے عہدہ پر فائز تھے تاہم صدارتی محافظ دستوں نے ان کی ملیشیا کو دارلحکومت میں داخل ہونے سے روک دیا۔

کرنل محمود خدا بردییف نے، جو ۱۹۹۲ء میں کمیونسٹوں کی طرف سے تشکیل کردہ ملیشیا "پاپولر فرنٹ" کے اہم کمانڈر رہ چکے ہیں، ۱۹۹۲ء میں اسلام پسندوں اور جمہوریت نواز عناصر پر مشتمل مخلوط حکومت کا خاتمہ کر کے امام علی رحمانوف کے اقتدار میں آنے کی راہ ہموار کی تھی۔ جس کے بعد وہ متحدہ حزب اختلاف کے گوریلا دستوں کے خلاف پانچ سال تک جنگ میں مصروف رہے۔ ایسے وقت میں جبکہ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان ۲۷ جون ۱۹۹۷ء کو روس کے دارالحکومت ماسکو میں ایک معاہدۂ امن پر دستخط ہو چکے تھے اور معاہدہ پر عمل درآمد بھی جاری تھا کرنل محمود خدا بردییف کی طرف سے حکومت کے خلاف بغاوت شروع کرنے کی وجوہات کیا تھیں؟ حکومت اور حزب اختلاف کے مابین طے پانے والے معاہدۂ امن کے تحت ایک قومی مصالحتی کمیشن تشکیل دیا گیا تھا جس میں حکومت اور اپوزیشن دونوں کو مساوی نمائندگی دی گئی۔ کمیشن کے ذمہ بعض دیگر اُمور کے علاوہ اپوزیشن دستوں کے سرکاری فوج میں انضمام کے کام کی نگرانی کرنا بھی شامل تھا۔ معاہدۂ امن کی رُو سے آئندہ سال صدارتی اور عام

انتخابات منعقد کرائے جائیں گے۔ حکومت اور اپوزیشن کے مابین ہونے والے معاہدہ کے نتیجے میں کرنل محمود خدا بردییف جیسے خود مختار کمانڈروں کو یہ احساس ہونے لگا ہے کہ تاجک سیاست میں وہ اپنی نمایاں حیثیت برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ چنانچہ وہ معاہدۂ امن کو سبوتاژ کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آ گئے ہیں۔ معاہدۂ امن کے تحت قومی مصالحتی کمیشن کی تشکیل کے بعد تاجک صدر امام علی رحمانوف کی طرف سے اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کے نام لکھے گئے خط میں بعض دیگر مطالبات کے ساتھ ساتھ کمیشن کے ارکان کے استعمال کے لیے ۲۶ مرسڈیز کاروں کی فراہمی کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ تاجک صدر کے اس خط کے منظرِ عام پر آنے کے بعد معاہدۂ امن کے مخالف فوجی عناصر نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ معاہدہ کا بنیادی مقصد "مالِ غنیمت" کو حکومت اور حزبِ اختلاف کے درمیان تقسیم کرنا ہے۔ خدا بردییف جیسے کمانڈروں نے محسوس کرنا شروع کیا کہ مالِ غنیمت اور وسائل تعیش کی اس "تقسیم" میں اُنہیں محروم رکھا گیا ہے۔ معاہدہ ماسکو کے بارے میں باغی کمانڈر کرنل محمود نے کہا: "ماسکو میں جو کچھ اُنھوں نے [حکومت اور اپوزیشن نے] کیا اس کا مقصد بحالی امن کے بجائے جنگ کے شعلے مزید بھڑکانا تھا۔ یہ حالات اس قدر بدتر ہوں گے کہ خطّہ میں شاید ہی اس کی مثال پہلے دیکھنے میں آئی ہوگی"۔ کرنل خدا بردییف مزید کہتے ہیں: "متحدہ حزبِ اختلاف اور حکومت دونوں طرف سے ایک ایک سو کمانڈر وزارتوں کے خواہاں ہیں۔ کیک بہت چھوٹا ہے اور طلبگار بہت زیادہ ہیں"۔

گویا باغی کمانڈر کرنل محمود خدا بردییف کی اصل شکایت یہ ہے کہ "کیک" میں حزبِ اختلاف کو کیوں حصّہ دار بنایا جا رہا ہے۔ وہ بلاشرکت غیرے تاجکستان میں اقتدار کے مزے لوٹنے کے دلدادہ دکھائی دیتے ہیں۔ حزبِ اختلاف کے قائد سیّد عبداللہ نوری کے بارے میں ان کی رائے ہے:

> "نوری ایک نظریے کے علمبردار ہیں جس کے حصول کے لیے وہ فوج تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ وہ ایک لاکھ افراد کا خاتمہ کر کے ہی دم لیں گے۔ ان کا نظریہ محض "بنیاد پرستی" ہی نہیں بلکہ "انتہا پسندانہ بنیاد پرستی" ہے۔ میں بھی "اسلامی" ہوں تاہم میں "بنیاد پرستی" کا مخالف ہوں۔ متحدہ اپوزیشن عورتوں کو باپردہ دیکھنا چاہتی ہے (لیکن) تاجک نوجوان نسل ایسا نہیں ہونے دے گی۔ میں فوجی قوت کے ذریعے اس نظریے کے خلاف جنگ کروں گا"۔

یوں لگتا ہے کہ کمانڈر محمود خدا بردییف اور ان کی قبیل کے دیگر کمانڈر حکومت اور حزبِ اختلاف کے درمیان طے پانے والے سمجھوتہ کو سبوتاژ کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ اُنہیں اپنی بقاء اسی صورت میں نظر آتی ہے۔ کرنل محمود خدا بردییف جو نسلاً ازبک ہیں فی الحال اپنے اس مقصد میں ناکام ہو گئے ہیں۔ تاجک حکومت نے ان کی بغاوت کچل دی ہے۔ شنید ہے کہ وہ سرحد پار کر کے ازبکستان چلے گئے ہیں۔

رحمانوف کیمپ میں بے چینی اور بغاوت کے یہ رجحانات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ

کمیونسٹ عناصر پر مشتمل حکمران ٹولے کے بعض افراد کے لیے ایسے امن کی کوئی اہمیت نہیں ہے جس کے نتیجے میں اُنہیں اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑیں۔ ان حالات میں کیا معاہدۂ امن پر عملدرآمد آسانی سے ہوسکے گا؟ یا ہونے دیا جائے گا؟ یہ بہت اہم سوال ہے جس کا جواب مستقبل ہی دے سکے گا۔ سردست تو معاہدہ کی شقوں پر عملدرآمد ہوتا نظر آرہا ہے۔ متحدہ اپوزیشن کے دستے سرکاری افواج میں ضم ہو رہے ہیں، دونوں اطراف سے جنگی قیدی رہا کیے جا رہے ہیں اور افغانستان میں مقیم تاجک مہاجرین وطن واپس لوٹ رہے ہیں۔

روس: مذہبی آزادی کا مستقبل

روس میں مذہبی سرگرمیوں سے متعلق نیا بل منظور کرلیا گیا

روس میں مذہبی سرگرمیوں سے متعلق ایک نیا بل روشناس کرایا گیا ہے جس پر مختلف مذہبی اور سیاسی طبقات نے ملے جلے ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ صدر بورس یلسن نے اس متنازعہ مذہبی بل پر دستخط کر کے اسے قانون کی شکل دے دی ہے۔ ۱۹ ستمبر کو روسی ایوانِ زیریں ڈوما اور ۲۵ ستمبر کو روسی ایوانِ بالا فیڈریشن کونسل نے بھاری اکثریت سے اس بل کی منظوری دی تھی۔ اب ۲۶ ستمبر کو صدر یلسن کی حتمی منظوری کے نتیجے میں مذکورہ بل کو قانون کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ یہ بل رواں سال کے آغاز میں ایوانِ زیریں کی طرف سے منظور کیے گئے بل کی نظر ثانی شدہ شکل ہے۔ اس بل کو صدر یلسن نے "امتیازی" قرار دے کر ویٹو کر دیا تھا۔

ایسے مذاہب جو گزشتہ پندرہ سال سے روس میں اپنا وجود ثابت نہیں کرسکیں گے اُنہیں اس قانون کی رُو سے مدارس کھولنے، مذہبی مواد کی اشاعت اور دیگر تبلیغی سرگرمیوں کی ممانعت ہوگی۔ قانون کی درجہ بالا شرط کی زد میں کیتھولک چرچ اور پروٹسٹنٹ فرقے بھی آتے ہیں۔ قانون کے حامیوں کا استدلال ہے کہ اس کی منظوری کا مقصد روس میں مذہبی فرقوں میں اضافے کو روکنا ہے جو سوویت یونین کے انہدام کے بعد قوّت پکڑ رہے ہیں۔ جبکہ بل کے ناقدین کا کہنا ہے کہ اس بل کے ذریعے آرتھوڈکس چرچ کی عظمت اور شان و شوکت کو تحفّظ دینے کی کوشش کی گئی ہے جو روس کی ۱۴۸ ملین آبادی میں سے اکثریت کا مذہب ہے۔ اور ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے انہدام سے قبل قریب تھا کہ اسے ریاستی مذہب کا درجہ دے دیا جاتا۔

نظرثانی شدہ بل کے دیباچہ میں آرتھوڈکس چرچ کا ذکر ختم کر کے کہا گیا ہے کہ: "عیسائیت